افواہوں کی شرعی حیثیت

مقاصد الشريعة
في الرد عن الشائعات
باللغة الأردية

مقاصد الشريعة الإسلامية في المحافظة على ضرورة العرض
ووسائلها من خلال محاربة الشائعات

افواہوں کی شرعی حیثیت

تالیف

د.سعد بن ناصر بن عبدالعزیز الشثری

ترجمہ

ابو اسعد قطب محمد اثری

داعیہ و مترجم دفتر دعوۃ وارشاد، ربوہ

تصحیح وتقدیم

د. عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی

استاذ حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض

طباعت واشاعت

مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات، ربوہ، ریاض، سعودی عرب

مقاصد الشريعة الإسلامية في المحافظة على ضرورة العرض ووسائلها من خلال محاربة الشائعات [باللغة الأردية]

تأليف

الدكتور سعد بن ناصر بن عبدالعزيز الشثري

افواہوں کی شرعی حیثیت

ترجمة

أبو أسعد قطب محمد الأثري
داعيه ومترجم دفتر دعوة وإرشاد ، ربوه

تصحيح وتقديم

د/عبدالرحمن بن عبدالجبار الفريوائي
عضو هيئة التدريس بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية الرياض

ناشر

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالربوة

١٤٣١هـ - ٢٠١٠م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش کلام

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين أمابعد:

اسلام دین فطرت ہے، جو رحمت وشفقت اور امن وسلامتی سے عبارت ہے، اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق ومالک ہے، اُسی نے جن وانس کو پیدا کیا، اور اُن کی پیدائش کا مقصد اپنی اطاعت وبندگی کو ٹھہرایا، ارشاد باری ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنسَ إِلا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاريات:٥٦) ''میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا''۔

یہ عبادت کیسے کریں، زندگی کیسے گزاریں، اور آپس میں کیسے رہیں، نیز دوستی اور دشمنی کے کیا ضوابط ہیں، غرضیکہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے سکھانے اور مخلوق کی ہدایت کے لیے دین اُتارا، اس کے لیے کتابیں اُتاریں، انبیاء ورسل بھیجے، سب سے آخر میں آخری نبی محمد ﷺ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بناکر اپنے محبوب اور پسندیدہ دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے بھیجا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إنَّ الدِّينَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلاَمُ﴾(آل عمران:١٩)

"اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے"

نیز فرمایا:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الأنبياء:١٠٧).

"میں نے آپ کو دنیا والوں کے لیے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

اسلام نے ایمان اور عقائد کے ساتھ دنیا میں زندگی گزارنے کے آداب مختلف کرنے والے کام اور بہت سے نہ کرنے والے کام کی تفصیل بھی بتائی جس کو معروف و منکر یا امر و نہی کہا جاتا ہے، اسلام میں کتاب و سنت سے ثابت کاموں کے کرنے اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے اُن سے بچے رہنے کا نام تقویٰ ہے، اور کتاب و سنت پر عمل کرنے کا نام ہی اسلام ہے۔

اسلامی تعلیمات کا اصل مأخذ اللہ رب العزت خود ہے، جو انسانوں کا خالق و رازق ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کی فطرت اور خواہشات کا بھی خالق و مالک ہے، اور ان کے جذبات و خیالات اور اُمنگوں سے بھی واقف ہے، اس لیے اُس نے اپنی عبادت کے طریقوں کی تعلیم کے ساتھ وہ کیسے زندگی گزاریں اُس کی ہدایات بھی پورے طور پر دیں، اور اسی مقصد کے پیش نظر کتابیں نازل کیں اور انبیاء و رسل بھیجے اور سب سے اخیر میں اپنی آخری کتاب قرآن کریم نازل کی اور آخری رسول و نبی مبعوث فرمایا جن کی اطاعت

وفرمابرداری ہم سب پر واجب کیا، اسلامی تعلیمات پر غور وخوض کرنے کے بعد ائمہ اسلام نے اسلام کے ایسے اہم اور بنیادی اُصول وضوابط اور مصالح ومنافع کو پانچ باتوں میں محصور کیاہے ، جن کوناگزیر اور ضروری مصالح ومنافع کا نام دیا جاتاہے، جو دراصل انسان کے انتہائی ضروری اور ناگزیر حقوق ہیں جن کا تحفظ اسلامی شریعت کا سب سے اہم مقصد ہے، اور یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی تعلیمات حکمت ومصلحت سے خالی نہیں ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کی مصلحت اور حکمت کو ہم شرعی نصوص یا اپنی سوچ سے جان سکیں، یانہ جان سکیں یہ پانچ بنیادی مصلحتیں یاپانچ بنیادی انسانی حقوق جن کا تحفظ اسلامی شریعت کااہم مقصد ہے مندرجہ ذیل ہیں:

۱- دین کی حفاظت، ۲-جان کی حفاظت، ۳-مال کی حفاظت ۴- عزت وآبرو (حسب ونسب) کی حفاظت، ۵- عقل کی حفاظت۔

ان میں سب سے زیادہ اہم چیز دین اور اُس کی حفاظت ہے، اور بقیہ حقوق اور مصالح سب اِسی کے تابع ہیں، دین اسلام پر عمل کرنے سے ان سارے حقوق کی حفاظت کاانتظام ہو جاتا ہے۔

زیر نظر رسالہ ہمارے محترم دوست شیخ ڈاکٹر سعد بن ناصر الشثری کی

تصنیف ہے ،جس کا اُردو ترجمہ قارئین کے استفادہ کے لیے پیش خدمت ہے،اس رسالے میں مؤلف موصوف نے حسب ونسب یعنی عزت وآبرو کے اسلامی اور انسانی بنیادی مصلحت یا حق کے تحفظ پر ڈاکہ ڈالنے والی افواہوں کی جنگ کے خلاف تدابیر کو اپنا موضوع بنایا ہے ،جن کو اختیار کر کے عزت وآبرو کی حفاظت کا کام بحسن وخوبی کیا جاسکتا ہے، قارئین رسالہ کو دلائل کتاب وسنت اور مثالوں کے ذریعے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ اسلام کی نظر میں پاک دامن مرد اور عورت پر زنا کا الزام، بے جا بہتان اور الزام تراشی اور غیبت وچغلی، جھوٹ بولنا، اور لوگوں کی باتوں کو اِدھر اُدھر نقل کرنا، افواہیں پھیلانا حرام اور منکر کام ہے، جن کی وجہ سے معاشرے میں برائیاں پھیلتی ہیں، اور معاشرہ بے اطمینانی کا شکار ہو جاتا ہے، دورِ حاضر میں تیز تر ذرائع ابلاغ اور جدید آلات کے ذریعے ہر طرح کی چھوٹی بڑی باتوں کو پوری دنیا میں پھیلانا اور اُس سے متاثر ہونا ایک امر واقع ہے بلکہ نئے زمانے کا سب سے بڑا فتنہ ہے جس سے معاشرے کا کوئی فرد بھی محفوظ نہیں ہے وہ بھی ہے، ایسے ماحول میں اگر ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کریں اور ممکنہ تدابیر استعمال کریں تو اِن جدید وسائل کو اپنے دین اور اسلامی اقدار کی ترویج کا ذریعہ بھی بنا سکتے ہیں اور غلط افکار وخیالات پھیلانے یا افواہوں کا کاروبار

کرنے والے وسائل کے خلاف اسلامی تعلیم کے ذریعے ایک بند بھی باندھ سکتے ہیں اور یہ اُسی وقت ممکن ہوگا جب ہم اپنے دین اور اُس کی اعلیٰ تعلیمات کی طرف لوٹیں گے، اور خود دینی تعلیم حاصل کریں گے اور دینی تعلیم پر اپنی نئی نسل کی تربیت کریں گے، خلاصہ کلام یہ کہ عصر جدید کا ایک عظیم فتنہ جھوٹا پروپیگنڈہ اور افواہوں کا لامتناہی سلسلہ ہے جس کے خلاف محاذ آرائی کر کے ہم اسلامی شریعت کے ایک بڑے بنیادی حق یعنی عزت و آبرو کی مصلحت کے تحفظ کا سامان بہم پہنچا سکتے ہیں، اور یہ رسالہ عملی طور پر ناظرین کرام کے لیے مفید ہوگا کہ اس میں بتائے ہوئے اُصول و ضوابط اور نصائح پر چل کر ہم افواہوں کے خلاف لڑ بھی سکتے ہیں اور اُس کو غیر مؤثر بھی بنا سکتے ہیں، بلکہ جدید وسائل کے ذریعے ہم اپنی صحیح اسلامی تعیمات بھی لوگوں تک پہنچا سکتے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولف کتاب محترم ڈاکٹر سعد الشثری حفظہ اللہ، اس کے مترجم محترم ابو اسعد قطب محمد الاثری، اور اس کے ناشرین کو جزائے خیر دے کہ اِن کی جد و جہد سے اُردو داں طبقے کو بھی اس اہم رسالے سے استفادے کا موقع ملا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ڈاکٹر عبد الرحمٰن بن عبد الجبار الفریوائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله الذي هدانا لدين الإسلام الجامع لخيري الدنيا والآخرة، والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا، أما بعد:

ہر معاشرے میں غلط افواہوں کو پھیلتے دیکھتے ہوئے، خصوصاً عصرِ حاضر میں ان غلط افواہوں کے بڑھتے ہوئے رجحانات، اور نت نئے ذرائع کی ایجاد جو ان افواہوں کی نشر واشاعت میں ان کے مددگار ہوتے ہیں، نیز فن اُصولِ فقہ میں تخصص اور مقاصد شرعیہ کے موضوع پر اپنی سابقہ تحریر کے پیشِ نظر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ درج ذیل اہم موضوع پر گفتگو کروں:

"اسلامی شریعت میں عزت و آبرو اور اس کے وسائل کے بنیادی حق کا تحفظ اور اس کی ضرورت واہمیت"۔

زیرِ نظر رسالہ ایک تمہید، چار فصل، اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے:

تمہید میں اسلام میں عزت و آبرو کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے:

۱- پہلی فصل میں افواہوں میں لوگوں کے نوع بہ نوع کردار، اور شریعت میں اس کے حکم کا بیان ہے

اور اس میں تین مباحث ہیں:

۱- پہلے مبحث، کا عنوان ہے: افواہوں کو پھیلانا اور اسے ہوا دینا۔

۲- دوسرے، مبحث کا عنوان ہے: افواہوں کی اشاعت و ترویج۔

۳- تیسرا مبحث افواہوں کی تصدیق سے متعلق ہے۔

۲- دوسری فصل: اس فصل میں لوگوں کے خلاف طعن و تشنیع کی حرمت کو سامنے رکھتے ہوئے عزت و آبرو کے تحفظ کے بنیادی حق کی ضرورت کو زیر بحث بنایا گیا ہے، اس میں بھی تین مبحث ہیں:

۱- پہلے مبحث، میں لوگوں کو برا بھلا کہنے کے شرعی حکم کا تذکرہ ہے۔

۲- دوسرے، مبحث میں غیبت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۳- تیسرے مبحث میں حکام اور علمائے دین کے خلاف طعن و تشنیع کے بارے میں شرعی حکم کا تذکرہ ہے۔

۳- تیسری فصل: اس فصل میں عزت و آبرو کی حفاظت کی ضرورت اور اس کے خلاف کاموں پر سزا کا تذکرہ ہے۔

اس میں بھی تین مبحث ہیں:

۱- پہلے مبحث میں بہتان اور الزام تراشی کی سزا کا بیان ہے۔

۲-دوسرے مبحث میں لوگوں کے خلاف طعن و تشنیع کی سزا کا ذکر ہے۔

۳- تیسرے مبحث میں وسیع مفہوم میں امن عامہ کے خلاف بھڑکائی جانے والی سزاؤں کا ذکر ہے۔

۴-چوتھی فصل: ابلاغ، اور مواصلات کی جدید ٹکنالوجی کے ذریعے عزت و آبرو کے بنیادی حق کے تحفظ پر مشتمل ہے، اس میں دو مبحث ہیں:

۱- پہلے مبحث میں افواہوں کے خلاف جنگ میں نئے وسائل کی کوششوں کا تذکرہ ہے۔

۲- دوسرے مبحث میں افواہیں پھیلانے اور اُن کی نشر واشاعت میں حصہ لینے والے جدید ذرائع ابلاغ پر روک لگانے کے طریقے کا تذکرہ ہے۔

اور آخر میں خاتمہ ہے جس میں خلاصہ مطالب اور قرار دادوں کا ذکر ہے۔

اس موضوع کی تیاری میں میری پوری کوشش یہ رہی ہے کہ اس میں مذکور معلومات کی توثیق اور مصادر و مراجع کے استعمال میں میں علمی منہج کی پابندی کروں، اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو نفع بخش بنائے، اور اسے خالص اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔

صلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وسلم

☆☆☆

تمہید

اسلامی شریعت میں

عزت و آبرو کے بنیادی حق کا تحفظ

اسلامی شریعت کی آمد کا مقصد انسانوں کے مصالح و منافع کی حفاظت ہے[۱] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الأنبياء:١٠٧)

"(اے نبی!) ہم نے آپ کو ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

انسانی مصالح و منافع (جن کا تذکرہ ہم آگے بنیادی حقوق سے کریں گے) کی تین قسمیں ہیں [۲]:

۱- **مصلحت ضروریہ:** (یعنی ناگزیر مصلحت ومنفعت جن کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں)

۲- **مصلحتِ حاجیہ:** (یعنی ایسی چیزیں جن کا آدمی زندگی گزارنے میں روزمرہ

(۱) الموافقات ۲/۶، مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ۲۰/۴۸، ۵۸۳۔

(۲) الموافقات ۲/۸، شرح الکوکب المنیر ۴/۱۵۹۔

محتاج ہوتا ہے، اور عام لوگوں کی زندگی میں وہ چیزیں استعمال ہوتی ہیں)
۳۔ مصلحتِ تحسینیہ: (تکمیلی اور تحسینی مصالح ومنافع یعنی ایسی چیزیں جن کے بغیر بھی آدمی عام زندگی گزار سکتا ہے، لیکن متمدن زندگی میں عیش وعشرت کے مظاہر اور فیشن کے طور پر استعمال ہونے والی چیزیں جنہیں آدمی استعمال کرتا ہے)۔

مصالح ضروریہ: ایسے مصالح ومنافع (اور بنیادی انسانی حقوق): جن کا دین ودنیا کی مصلحتوں کے حصول کے لیے ہونا ناگزیر اور ضروری ہو، اس طور پر کہ اگر یہ مصلحت مفقود اور ناپید ہو جائے تو دنیا سیدھے راستے سے ہٹ جائے بلکہ فتنہ وفساد، قتل وموت، اور آخرت کی ناکامی اور بربادی کا پیش خیمہ بن جائے[۱]۔

ضروری اور لابدی مصالح (یعنی بنیادی حقوق) جن کی حفاظت وصیانت مطلوب ہے وہ پانچ ہیں: دین، جان، عزت وآبرو، مال، دولت، اور عقل، ان سب کی حفاظت وصیانت ناگزیر ضرورت ہے[۲]۔

---

(۱) الموافقات ۲/ ۸، شرح مختصر الروضۃ ۳/ ۲۰۹.

(۲) الکلیات الخمس: الموافقات ۲/ ۱۰، المقاصد العامۃ صفحہ ۱۵۵.

علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ساری آسمانی شریعتوں نے ان پانچ بنیادی حقوق کی حفاظت پر اتفاق کیا ہے[1] اگرچہ بعض علماء کی رائے میں یہ پانچ ہی پر منحصر و موقوف نہیں ہے، بلکہ دوسری ضرورت (بنیادی حق) کا اضافہ ممکن ہے، مثلاً: امن وامان کا بنیادی حق یہ ایک ایسی ناگزیر ضرورت ہے جس میں رخنہ ڈالنے اور جسے بگاڑنے والے پر شریعت نے حد مقرر کی ہے[2]۔

شریعت کی آمد کا مقصد انہی ضروری اور بنیادی حقوق و مصالح کا تحفظ ہے، جس میں شریعت نے ایسے سارے کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے جو ان بنیادی حقوق و مصالح کو پائیدار اور محفوظ رکھ سکیں، اور ایسے سارے کاموں پر روک لگائی ہے جو ان ضروری اور بنیادی حقوق و مصالح کی بقا میں خلل ڈالیں یا ان میں رخنہ ڈالنے والوں کے خلاف مناسب سزائیں مقرر کی ہیں[3]۔

بقیہ ضروری اور بنیادی حقوق و مصالح کی موجودگی میں علماء نے عزت و آبرو کے بنیادی حق کے مرتبہ اور مقام کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

---

(١) نشر البنود ٢/ ٣٧١، مقاصد الشریعۃ للیولی صفحہ ١٨٣۔

(٢) مجموع الفتاوی ١١/ ٣٤٣۔

(٣) الموافقات ٢/ ٨۔

بعض علمائے اصول جیسے سبکی [۱] اور ابن النجار [۲] نے عزت و آبرو کے ضروری اور بنیادی حق اور مصلحت کو مال کے بنیادی اور ضروری حق کے مقام و مرتبہ میں رکھا ہے، بعض علمائے اُصول نے عزت و آبرو کی بنیادی حق اور ضروری مصلحت سے ہٹ کر نسب اور نسل کے ضروری اور بنیادی حق پر اکتفا کیا ہے [۳]۔

کتاب و سنت کے نصوص میں غور و فکر کرنے والوں کو یہ بات ملے گی کہ شریعت نے عزت و آبرو کے ضروری اور بنیادی حق کو ایک خاص اہتمام کے ساتھ اولیت کا درجہ عطا کیا ہے، اس طور پر کہ جان و مال کے بنیادی حق کے تحفظ کو متعدد احادیث میں عزت و آبرو کے بنیادی حق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا. (صحيح البخاري: ٦٧).

---

(۱) جمع الجوامع بحاشیۃ العطار ۲/ ۳۲۲۔

(۲) شرح الکوکب المنیر ۴/ ۱۶۳.

(۳) الدرر اللوامع ۲/ ۶۲۰.

"یقیناً تمہاری جان، تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو تمہارے درمیان اسی طرح محترم اور مقدس ہیں جس طرح آج کے دن کا تقدس واحترام تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں"۔

اور ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:«كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: مَالُهُ، وَعِرْضُهُ وَدَمُهُ، حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ».(مسلم: ٢٥٦٤).

"مسلمان کی ہر چیز اس کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اور آدمی میں اتنی سی برائی ہونا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"۔

اسی کے پیش نظر شریعت نے عزت و آبرو کے بنیادی حق کے تحفظ کی خاطر حد قذف یعنی زنا کی تہمت اور الزام تراشی پر سزا مقرر کی ہے، اور ایسے ہی شریعت نے زنا کی تہمت سے کم جرم یعنی لوگوں کی عیب جوئی پر تعزیری سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ عزت و آبرو کے بنیادی حق کی تکمیل ہو جائے [1]۔

---

(۱) شرح الكوكب المنير ۴/ ۱۶۴، نبراس العقول صفحہ ۲۸۰.

فصل اول: غلط افواہوں کے پھیلانے میں لوگوں کے مختلف کردار اور اسلامی شریعت میں اُن کے احکام کا بیان:

اس میں تین مبحث ہیں:

۱-افواہوں کے پھیلانے کا بیان۔

۲-افواہوں کو رواج دینے کا بیان۔

۳-افواہوں کی تصدیق کرنے کا بیان۔

پہلا مبحث:

افواہوں کے پھیلانے کا بیان

اسلامی شریعت نے گمراہ کن خبروں اور افواہوں سے نمٹنے کے متعدد طریقے استعمال کیے ہیں، ان میں سے ایک وسیلہ جھوٹ کے خلاف جنگ ہے کیونکہ افواہ پھیلنے کی ابتدا ایسے لوگوں سے ہوتی ہے، جو حقیقت اور واقع کے بالکل خلاف باتوں کو گھڑتے ہیں جو شریعت کی نظر میں جھوٹ اور حرام ہے، جھوٹ کی حرمت کے دلائل تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (التوبة:١١٩)

"اے مومنو! اللہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھ رہو"۔

اور رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ

كَذَّابًا ».(صحيح البخاري: ٦٠٩٤).

''بلا شبہ سچ آدمی کو نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے، یقیناً جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے، اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے''۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے: «الصدق طمأنينة والكذب ريبة» (سنن الترمذي: ٢٥١٨) (حسن صحيح)

''سچائی طمانیت اور جھوٹ شک وشبہ کا نام ہے''۔

ایک اور حدیث میں ہے: « آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ».
(صحيح البخاري: ٣٣، مسلم: ٥٩).

''منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے''۔

اگر جھوٹ بولنا کلی طور پر حرام ہے تو اس حرام کام کا کرنے والا اللہ تعالی

کے یہاں گناہ اور سزا کا مستحق قرار پائے گا، کیونکہ وہ جھوٹ جو لوگوں کے درمیان پھیل جائے گناہ کے اعتبار سے انتہائی بڑا گناہ اور جرم کے اعتبار سے سخت ترین جرم ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

إنّه رَأى في المنام، أنَّه مُرّ به مع ملكين عَلَى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ، وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوبٍ مِنْ حَدِيدٍ، وَإِذَا هُوَ يَأْتِي أَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهِ؛ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهُ إِلَى قَفَاهُ، وَمَنْخِرَهُ إِلَى قَفَاهُ، وَعَيْنَهُ إِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ يَتَحَوَّلُ إِلَى الْجَانِبِ الآخَرِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الأَوَّلِ، فَمَا يَفْرُغُ مِنْ ذَلِكَ الْجَانِبِ حَتَّى يَصِحَّ ذَلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ؛ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الأُولَى، قَالَ: قُلْتُ: سُبْحَانَ اللَّهِ مَا هَذَانِ؟ إلى أن قال: فقالا لي: إن الرَّجُلَ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ إِلَى قَفَاهُ، وَمَنْخِرُهُ إِلَى قَفَاهُ، وَعَيْنُهُ إِلَى قَفَاهُ؛ فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُو مِنْ بَيْتِهِ؛ فَيَكْذِبُ الْكَذْبَةَ تَبْلُغُ الآفَاقَ.(صحيح البخاري: ٧٠٤٧).

نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ''دو فرشتے آپ کو لے کر ایک ایسے شخص کی جانب چلے جو اپنی گدی کے بل چت لیٹا ہوا تھا، اور اس کے پاس ایک اور شخص (فرشتہ) لوہے کا ترشول لیے کھڑا تھا، پھر وہ اس کے منہ کے ایک طرف جاکر اس کا جبڑا گدی تک پھاڑ ڈالتا، نتھنے اور آنکھ کو بھی اسی طرح گدی تک چیر دیتا، پھر دوسری جانب پلٹ کر ایسا ہی کرتا تھا جیسا کہ پہلی جانب کیا تھا، اور ایک طرف چیر کر فارغ نہیں ہوتا کہ دوسری طرف کا حصہ بالکل درست ہو کر اپنی اصلی حالت پر آجاتا تھا، پھر وہ اس کی طرف پلٹ کر ایسا ہی چیرتا پھاڑتا جیسا کہ پہلی بار چیرا پھاڑا تھا، نبی اکرم ﷺ کہتے ہیں تو میں نے اپنے ساتھ والے دونوں فرشتوں سے پوچھا: سبحان اللہ، یہ دونوں کون ہیں؟ تو ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ وہ شخص جس کے پاس آپ آئے اور جس کا جبڑا اور نتھنے گدی تک چیرا جارہا تھا وہ ایسا شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا اور ایسا جھوٹ بولتا جو دور دور تک پھیل جاتا''۔

عہد نبوت میں ایک نہایت پاکباز اور بھولی بھالی عورت پر جھوٹی تہمت لگائی گئی، جنہوں نے اس بہتان تراشی میں حصہ لیا، اور افواہوں کو ہوا دی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل ورسوا کیا جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ

جَاؤُوا بِالإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النور:١١) ''جو لوگ یہ بہت بڑا بہتان باندھ لاتے ہیں، یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے، تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے، ہاں! ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے، جتنا اس نے کمایا ہے، اور ان میں سے جس نے اس کے بڑے حصے کو سر انجام دیا ہے اس کیلئے عذاب بھی بہت بڑا ہے''۔

اس لیے آدمی پر یہ واجب و لازم ہے کہ ایسی بات بولنے سے بچیں جو افواہوں کو ہوا دینے کا سبب بنے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ. (صحيح البخاري:٦٤٧٧، وصحيح مسلم ٨٨٩٢).
''آدمی اپنی زبان سے ایک بات بولتا ہے اور اس کے متعلق سوچتا نہیں (کہ کتنی کفر اور بے ادبی کی بات ہے) جس کی وجہ سے وہ جہنم کے گڑھے میں اتنی دور گرتا ہے جتنا پچھم سے پورب کا فاصلہ ہے''۔

دوسرا مبحث:

افواہوں کو رواج دینے کا بیان

اسلامی شریعت نے گمراہ کن افواہوں کو رواج دینے کے خلاف جنگ کی ہے، اور بے سروپا بات نقل کرنے سے منع کیا ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: « كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ ».

(صحیح مسلم: ٥).

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بلا تحقیق) بیان کرے''۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: « مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثًا، وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ؛ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ ».

(صحیح مسلم: مقدمة: ١).

''جس نے میری طرف منسوب کر کے جان بوجھ کر کوئی جھوٹی حدیث بیان کی تو وہ دو جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے''۔

اسلامی شریعت نے گرچہ مباح اور جائز بات کہنے کی اجازت دی ہے

لیکن ساتھ ساتھ اس بات کی تلقین وترغیب بھی دی ہے کہ صرف وہی بات کی جائے جو نفع بخش اور مفید ہو، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:
«وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ؛ فَلْيَقُلْ خَيْرًا، أَوْ لِيَصْمُتْ». (صحيح البخاري: ٦٠١٩، وصحيح مسلم: ٤٨).
"جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان ویقین رکھتا ہو وہ بھلی بات کہے، یا خاموش رہے"۔

ایسا اس لیے ہے کہ انسان کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ (ق:١٨).
"(انسان) منہ سے جو لفظ بھی نکالتا ہے، اس کے پاس نگہبان (فرشتے اسے لکھنے کے لیے) تیار رہتے ہیں"۔

افواہوں کی ترویج دراصل فواحش ومنکرات کو ظاہر کرنا، اور اسے فروغ دینا ہے، اس لیے کہ آدمی جب ایک بڑی تعداد کے بارے میں سنتا ہے کہ وہ کسی منکر کام کو کر رہے ہیں، تو اس کے دل میں اس برائی کے خلاف نفرت کم ہو جاتی ہے، جس سے اس بات کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ خود اس برے کام

کو کرنے کا اقدام کرے گا ، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے افواہوں اور پروپیگنڈوں کی ترویج کو قبیح گناہ (زنا) کے پھیلانے کے زمرے میں رکھا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لا تَعْلَمُونَ﴾ (النــور:۱۹).

”جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے خواہاں رہتے ہیں، ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ سب کچھ جانتا ہے، اور تم کچھ بھی نہیں جانتے“۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسے لوگوں کے لیے یہ تیسری بار تادیب ہے، جنہوں نے کوئی بری بات سنی، اور اس میں سے کچھ ان کے ذہن میں باقی رہ گئی، تو نہ تو وہ اس کو اپنی زبان سے کہے، اور نہ اس میں کچھ زیادہ کرے، اور نہ اسے پھیلائے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (النــور:۱۹).

”جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں“ یعنی ان کی جانب سے قبیح و بے تکی باتیں ظہور پذیر ہوں“ (تفسیر ابن کثیر ۳ / ۲۸۵)۔

واقعہ افک میں اللہ تعالی نے جھوٹی افواہ پھیلانے والوں کی مذمت کی جنہوں نے اس منکر افواہ کو رواج دیا، ارشاد باری ہے: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ* إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ * وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ* يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (النور: ١٤-١٧).

''اگر اللہ تعالی کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا و آخرت میں نہ ہوتی تو یقیناً تم نے جس بات کے چرچے شروع کر رکھے تھے اس بارے میں تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا، جبکہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے، اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے لگے جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی، گو تم اسے ہلکی بات سمجھتے رہے، لیکن اللہ تعالی کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں، یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان اور تہمت ہے، اللہ تعالی تمہیں

نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو"۔

اللہ تعالی نے اس کی تعبیر اس طرح کی ہے: ﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ﴾ جب کہ آدمی خبریں کان سے سنتا ہے کیونکہ وہ ان افواہوں کو اپنی کانوں سے سنتے، اور اس کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں غور و فکر کئے بغیر فوراً زبان سے بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں، تو گویا کہ وہ ان کے کانوں پر گزرے بغیر کہ وہ سنتے یا عقل پر گزرے بغیر کہ وہ غور کرتی وہ براہِ راست ان کی زبان کو ہی پہنچی۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں تمام مسلمانوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے کہ اگر اُن میں یہ برائی پائی جاتی ہو تو جس شخص نے بھی اس میں قول و فعل یا مال و دولت سے حصہ لیا، اس کے پھیلنے میں مدد کی، یا اسے پسند کیا، اور سراہا، اور اس سے اپنی خوشی اور رضامندی ظاہر کی تو وہ اس گناہ میں بقدر حصہ ذمہ دار ہوگا[۱]۔

☆☆☆

---

(۱) الدر المنثور ۶ / ۱۵۳۔

تیسرا مبحث:

افواہوں کی تصدیق کرنے کا بیان

مسلمان غلط افواہوں کی تصدیق سے کیسے بچیں، اس کے لیے اسلامی شریعت نے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں، بعض تدابیر درج ذیل ہیں:

غلط افواہوں کی تصدیق میں آگے آگے رہنے والوں کی مذمت؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَوْ خَرَجُواْ فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلاَّ خَبَالاً ولأَوْضَعُواْ خِلاَلَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾ (التوبة:٤٧).

''اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے، بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے، اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے، ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں، اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے''۔

☆ واقعہ افک میں جن مسلمانوں نے جھوٹی افواہ کی تصدیق کی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں قصوروار قرار دیا، چنانچہ وہ فرماتا ہے: ﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ﴾ (النــور:١٢).

''اسے سنتے ہی مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی، اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے''۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی خوبی بیان کی کہ وہ صرف صحیح معلومات پر ہی اعتماد کرتے ہیں، فرمایا: ﴿لَوْلا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ﴾ (النــور:١٢).

''اسے سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی، اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے''۔

☆ بیہودہ اور لایعنی باتوں کے سننے سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر اسلامی شریعت نے ترغیب دلائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلامٌ عَلَيْكُمْ لا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾ (القصص:٥٥).

''اور جب بیہودہ بات کان میں پڑتی تو اس سے کنارہ کر لیتے، اور کہہ دیتے کہ

ہمارے عمل ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اشتعال انگیز افواہیں، اور گمراہ کن معلومات لغو ولا یعنی باتوں کے قبیل سے ہے جس سے اہل ایمان دور رہتے ہیں۔

☆ اللہ تعالی نے افواہوں کے مقابلے میں ڈٹے رہنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (الحجرات:٦).

"اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذاء پہنچادو، پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ"۔

ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب آدمی تمہارے پاس آکر یہ کہے کہ فلاں اور فلانی ایسے ایسے برے کام کرتے ہیں تو اس کی تصدیق نہ کرو۔
(الدر المنثور: ۷ /۵۵۸)۔

علمائے دین نے اسی منہج کو اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مدعی سے

دعوے کے ثبوت میں دلیل طلب کی جائے گی۔

مجھے ایک یمنی عالم دین شیخ محمد بن اسماعیل صنعانی کا ایک شعر یاد آرہا ہے جسے انہوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی مدح وتعریف میں کہا تھا، شعر یہ ہے:

وما كل قول بالقبول مقابل ولاكل قول واجب الرد والطرد

ہر بات لائق قبول نہیں ہوتی، اور نہ ہی ہر بات قابل تردید ہوتی ہے[1]۔

☆ اسلامی شریعت نے معاندانہ افواہوں اور پروپیگنڈوں کے رد وابطال کی ترغیب دی ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: «مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

(سنن الترمذي: ١٩٣١) (صحيح).

"جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائے گا"۔

☆ شریعت نے افواہوں کے ظہور کے وقت مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ

(۱) الشیخ محمد ص: ۲۳۶۔

کیاکہ وہ صورتِ حال کے تقاضا کے مطابق اس کے سلسلے میں مناسب موقف اور رویہ اختیار کریں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُواْ أَذًى كَثِيرًا وَإِن تَصْبِرُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الأُمُورِ﴾ (آل عمران:١٨٦).

''اور یہ یقین ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے، اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننی پڑیں گی، اور اگر تم صبر کرلو اور پرہیز گاری اختیار کرو، تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے''۔

☆ خود مسلمان غلط افواہوں کو اپنی ذات سے دور کرنے کا حریص اور متمنی ہوتا ہے، اور وہ اس طرح سے کہ شکوک و شبہات کی جگہوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:« فَمَنْ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ».

(صحيح البخاري: ٥٢، صحيح مسلم: ١٥٩٩).

''پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا''۔

جب صحابہ نے چند منافقین کے قتل کی تجویز رسول اکرم ﷺ کی خدمت

میں پیش کی تو آپ نے اس تجویز کو قبول نہ کیا اور فرمایا:«لا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ».

(صحيح البخاري: ٣٥١٨، وصحيح مسلم: ٢٥٨٤).

"ایسانہ ہو کہ لوگ کہیں کہ محمد اپنے لوگوں کو قتل کردیا کرتے ہیں"۔

اور جب رسول اکرم ﷺ کو دو انصاری صحابہ نے دیکھا کہ آپ اپنی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تو وہ دوڑ پڑے، اس پر آپ نے (اُن کی بدگمانی دور کرنے کی خاطر) ان سے فرمایا: «عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالا سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ الإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَرًّا أَوْ قَالَ شَيْئًا».

(صحيح البخاري: ٢٠٣٨، وصحيح مسلم: ٢١٧٥).

"ذرا تم دونوں ٹھہرو! میرے ساتھ یہ صفیہ ہیں، انھوں نے کہا: سبحان اللہ! اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی بری بات نہ ڈال دے"۔

دوسری فصل:

لوگوں کی عیب جوئی کی حرمت کے ذریعے عزت و آبرو کی حفاظت وصیانت

اس میں تین مبحث ہیں:

۱- پہلے مبحث میں لوگوں کو برا بھلا کہنے کے حکم کا بیان ہے۔

۲-دوسرے مبحث میں غیبت کے حکم کا بیان ہے۔

۳- تیسرے مبحث میں حکمران اور علماء کی عیب جوئی کے حکم کا بیان ہے۔

پہلا مبحث:

لوگوں کو مطعون کرنے اور انہیں برا بھلا کہنے کا حکم

ابن نجار [1] نے اسلامی شریعت میں عزت و آبرو کے بنیادی اور ضروری حق کی حفاظت کی مثال میں دوسروں کے خلاف گفتگو کی حرمت کو پیش کیا ہے، اور اس کی دلیل میں رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث پیش کی ہے: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا. (صحيح البخاري: ٦٧).

"یقیناً تمہاری جان، تمہارا مال اور تمہاری عزت و آبرو تمہارے درمیان اسی طرح محترم اور مقدس ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت وتقدیس تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں ہے"۔

لوگوں کی عیب جوئی، اور ان کے ساتھ استہزا کرنے اور ان کا مذاق اڑانے کی حرمت اور مذمت کے سلسلے میں بہت سارے واضح دلائل ہیں،

(۱) شرح الکوکب المنیر ۴/ ۱۶۲۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلا تَنَابَزُوا بِالأَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (الحجرات:١١).

”اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو، اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں“۔

آیت کریمہ ﴿وَلا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ تم ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہ کرو، اور ﴿وَلا تَنَابَزُوا بِالأَلْقَابِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں کوئی کسی کو برے لقب سے نہ پکارے۔

جیسا کہ بعض نصوص میں یہ بات موجود ہے کہ اللہ تعالی کے کائناتی نظام میں یہ ہے کہ وہ دوسروں کا مذاق اڑانے والے کو سزا دیتا ہے، اس

طریقے سے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے کہ وہ خود مذاق کا ہدف اور ذلت ورسوائی کا نشانہ بن جاتا ہے، جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

«لاَتُظْهِرْ الشَّمَاتَةَ لأَخِيكَ، فَيَرْحَمَهُ اللهُ وَيَبْتَلِيكَ»

(الترمذي: ٢٥٠٦، حسن غريب).

''اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے، اور تمہیں آزمائش میں ڈال دے''۔

شریعت میں ناحق کسی کو برا بھلا کہنا حرام ہے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

«سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ».

(صحيح البخاري:٤٨، وصحيح مسلم: ٦٤).

''مسلمان آدمی کو گالی دینا اور اسے برا بھلا کہنا فسق وفجور کا کام ہے، اور اس سے لڑائی جھگڑا کرنا کفر کا کام ہے''۔

اسی نقطہ نظر سے شریعت نے دوسروں کو ایذاء پہنچانے کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ (الأحزاب:٥٨).

''اور جو لوگ مومن مرد اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں''۔

بالخصوص (لوگوں کو) برا بھلا کہنے کا گناہ اس وقت اور ہی سنگین ہو جاتا ہے، جس وقت یہ گالی گلوچ اور الزام تراشی کے مرحلے سے گزر کر انسان کو دینی طور پر مطعون اور متہم کیا جائے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

«لايَرْمِي رَجُلٌ رَجُلا بِالْفُسُوقِ وَلا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ إِلا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ».

(صحيح البخاري:٦٠٤٥، وصحيح مسلم: ٦١).

''کوئی کسی شخص کو کافر یا فاسق کہے، اور وہ حقیقت میں کافر یا فاسق نہ ہو، تو خود کہنے والا فاسق اور کافر ہو جائے گا''۔

معاشرے سے لعن طعن اور گالی گلوچ کی بیماری کا خاتمہ کرنے کے مقصد سے اس میں پہل کرنے والے کو شارع نے بڑے گناہ کا مرتکب قرار دیا ہے، بلکہ اس پر دونوں گالی گلوچ کرنے والے لوگوں کے گناہ کا ذمہ دار قرار دیا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: « الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالا فَعَلَى

الْبَادِي مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ ».

(صحيح مسلم: ٢٥٨٧، أبوداود: ٤٨٩٤).

"باہم گالی گلوج کرنے والے جو کچھ کہتے ہیں، اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے پہل کی ہو جب تک کہ مظلوم حد سے آگے نہ بڑھ جائے" (اگر وہ حد سے آگے بڑھ جائے تو زیادتی اور تجاوز کا گناہ اس پر ہوگا)۔

☆ واضح رہے کہ دست درازی اور زبان درازی شریعت کی نظر میں حرام اور ممنوع کام اور ظلم ہے، اور انسان جس قدر ان حرام اور ممنوع چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے اسلام میں اسی قدر اس کے مراتب ودرجات بلند ہوتے ہیں، نبی اکرم ﷺ سے جب یہ پوچھا گیا کہ کون مسلمان سب سے اچھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: « مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ». (صحيح البخاري: ١١، وصحيح مسلم: ٤٢).

"سب سے اچھا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں"۔

مردہ کو برا بھلا کہنا بھی حرام کام ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: «لا تَسُبُّوا الأَمْوَاتَ؛ فَإِنَّهُم قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا».

(صحيح البخاري: ١٣٩٣، أبو داود: ٤٨٩٩).

''مردوں کو برا نہ کہو کیوں کہ انھوں نے جیسا عمل کیا اس کا بدلہ پالیا''۔

☆ شریعت نے جن چیزوں میں سخت موقف اختیار کیا ہے، ان میں وہ افواہیں ہیں جن کا تعلق لوگوں کے حسب ونسب پر طعن وتشنیع سے ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے: «اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ». (صحيح مسلم: ٦٧).

''لوگوں میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں اور وہ دونوں ہی کفر کے کام ہیں (۱) حسب نسب میں عیب لگانا، (۲) میت پر نوحہ کرنا یعنی اس کے غم میں چیخنا چلانا، اور اس کے اوصاف بیان کر کے رونا پیٹنا''۔

☆ دوسروں کو برا بھلا کہنے کے جتنے دروازے تھے شریعت نے اسے بند کر دیا ہے، حتی کہ گنہگاروں کو برا بھلا کہنے سے بھی منع کیا گیا ہے، کیونکہ جب ایک شرابی کو رسول اکرم ﷺ نے کوڑا لگایا، تو ایک آدمی نے اس سے کہا: اللہ تجھے رسوا وذلیل کرے، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «لا تَقُولُوا هَكَذَا، لاتُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ». (صحيح البخاري: ٦٧٧٧).

''اس طرح کے جملے نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو''۔

شریعت نے تو کفار ومشرکین کے معبودانِ باطلہ کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ (الأنعام:۱۰۸).

"اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے، ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو اُن کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے، پھر اپنے رب ہی کے پاس اُن کو جانا ہے، سو وہ اُن کو بتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے"۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ انسان غیر اللہ کی باطل عبادت پر عقلی دلائل نہ دے۔

اسلامی شریعت نے آدمی کے ظاہری امور پر احکام کی بنیاد رکھی ہے، لہذا جو شخص خلاف ظاہر کسی حکم کا دعوی کرے تو اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا، یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ شریعت نے باپ سے بیٹے کا

تعلق اس بنیاد پر ثابت کیا ہے کہ بچہ نے اس آدمی کے بستر پر جنم لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ باپ کے ہم شکل نہ ہونے کو بنیاد بنا کر بیٹے کے نسب سے انکار کو نبی اکرم ﷺ نے لغو اور باطل قرار دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: « هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟» قَالَ: نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَاءَهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الانْتِفَاءِ مِنْهُ.
(صحيح البخاري: ٧٣١٤، ومسلم: ١٥٠٠).

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری بیوی کے یہاں کالا لڑکا پیدا ہوا ہے جس کو میں اپنا نہیں سمجھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ہیں۔ دریافت فرمایا کہ ان کے رنگ کیسے ہیں؟ کہا کہ سرخ ہیں۔ پوچھا کہ ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں ان میں

خاکی بھی ہیں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ پھر کس طرح تم سمجھتے ہو کہ اس رنگ کا پیدا ہوا؟ انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ممکن ہے اس بچے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو؟ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو بچے کے انکار کرنے کی اجازت نہیں دی۔

اس لئے کہ اس انکار کی بنیاد کسی صحیح سبب پر قائم نہیں تھی، عرب اور اکثر دوسری قومیں اس سلسلے میں غلط فہمیوں کا شکار تھیں، اور جہالت کی وجہ سے نسب میں شکل وشباہت نہ ملنے ہی کو طعن وتشنیع کی بنیاد قرار دیتی تھیں۔

☆☆☆

دوسرا مبحث:

غیبت کا حکم

اسلامی شریعت کی لوگوں کی عزت و آبرو کے تحفظ کی خواہش ہی کا نتیجہ ہے کہ اس نے غیر موجود لوگوں کی عزت و آبرو پر حملہ کرنے، اور ان کے عیوب و نقائص کو بیان کرنے سے منع کیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ (الحجرات:١٢).

"اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے، تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔

بہتان یعنی لوگوں کے اندر جو بات نہ پائی جائے ان کی طرف منسوب کرنا ہی حرام نہیں ہے بلکہ دوسروں کے اندر پائے جانے والے ان عیوب ونقائص کے ذکر کرنے کو بھی اسلامی شریعت نے حرام قرار دیا ہے، جن کے

ذکر کرنے کا کوئی شرعی فائدہ نہ ہو، رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ، قَالَ: « إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ، فَقَدْ بَهَتَّهُ».
(صحيح مسلم: ٢٥٨٩، أبو داود: ٤٨٧٤).

"تم اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرو کہ اسے ناگوار اور ناپسند ہو (تو یہ غیبت ہے) عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! اگر وہ عیب ہمارے بھائی میں موجود ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ عیب اس میں موجود ہوگا تب ہی وہ غیبت ہوگی، اور اگر عیب موجود نہ ہو تو وہ بہتان اور افتراء ہے"۔

جس وقت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک نے اپنی ایک سوکن کے بارے میں مذمت کے انداز میں یہ کہا کہ یہ چھوٹے قد کی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: «لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ». (ابوداود: ٤٨٧٥. الترمذي: ٢٥٠٢) (صحيح).

"تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر وہ سمندر کے پانی میں گھول دی جائے، تو وہ اس پر بھی غالب آجائے"۔

یہیں سے اسلامی شریعت کو یہ بات پسند ہے کہ دوسروں کے عیوب ونقائص کو چھپایا جائے، اور اس بات سے منع کیا کہ اِن باتوں کو گفتگو کا موضوع بنایا جائے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: «لا يَسْتُرُ اللَّهُ عَلَى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا إلا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

(صحيح مسلم: ٢٥٩٠).

"جس بندے کی پردہ پوشی اللہ تعالیٰ دنیامیں کرتا ہے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا"۔

اسلامی شریعت نے دوسروں کی عزت وآبرو پر حملہ کرنے والوں کی تردید کی ترغیب دی ہے، ارشاد نبوی ہے: «مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

(الترمذي: ١٩٣١). (صحيح).

"جوشخص اپنے بھائی کی عزت کادفاع کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائے گا"۔

بغیر کسی شرعی مصلحت کے کسی کے عیب تلاش کرنے کو اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ منع کیاہے، اور دوسروں کی ٹوہ میں پڑنے سے بھی منع کیاہے،

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلا تَجَسَّسُوا﴾ (الحجرات:۱۲).
"اور دوسروں کے ٹوہ میں مت پڑو"۔

اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: « يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يُفْضِ الإِيمَانُ إِلَى قَلْبِهِ! لاَ تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلاَ تُعَيِّرُوهُمْ، وَلاَ تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، تَتَبَّعَ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَبَّعَ اللهُ عَوْرَتَهُ، يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ ».(الترمذي: ۲۰۳۲). (حسن).

"محض زبان سے اسلام لانے والو! جن کے دل تک ایمان نہیں پہنچا ہے! مسلمانوں کو نہ ستاؤ، ان کو عار نہ دلاؤ، اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب ڈھونڈتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا عیب ڈھونڈتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب ڈھونڈتا ہے، اسے رسوا وذلیل کر دیتا ہے، اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو"۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا:

«إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ [أَنْ]

تُفْسِدَهُمْ». (أبو داود: ٤٨٨٨). (صحيح).

''اگر تم لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑوگے، تو تم ان میں بگاڑ پیدا کردوگے، یاقریب ہے کہ ان میں بگاڑ پیدا کردو''۔

☆☆☆

تیسرا مبحث:

حکمراں طبقہ اور علمائے اسلام کے خلاف طعن وتشنیع کا حکم

حکمراں طبقے اور علمائے اسلام کی عزت واحترام کے بارے میں کتاب وسنت میں بہت سارے نصوص آئے ہیں، جن میں سے چند ایک کا تذکرہ درج ذیل ہے:

۱- حکمراں کی اطاعت وفرمانبرداری کے وجوب پر بہت سارے دلائل ہیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ؛ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلا سَمْعَ وَلاطَاعَةَ». (صحيح البخاري، وصحيح مسلم: ١٨٣٩).

"مسلمان کے لئے حاکم کی بات سننااور اس کی اطاعت کرناضروری ہے، ان چیزوں میں بھی جنھیں وہ پسند کرے، اور ان میں بھی جنھیں وہ ناپسند کرے، جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے، پھر جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تونہ سننا باقی رہتاہے نہ اطاعت کرنا"۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ، لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ لا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ، وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً». (صحيح مسلم: ١٨٥١).

”جس آدمی نے حاکم سے اطاعت کا ہاتھ کھینچ لیا، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس اس باب میں کوئی حجت ودلیل نہ ہوگی، اور جو شخص اس طرح مر جائے کہ اس کی گردن میں (حاکم کی اطاعت) بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا“۔

حاکم کی اطاعت وفرمانبرداری کے اصول کی حفاظت کرتے ہوئے اسلامی شریعت نے اس کے خلاف طعن وتشنیع کی ممانعت کی ہے، گرچہ اس کی طرف سے (رعایا کے حق میں) ظلم وزیادتی کا صدور ہو جائے، اس لیے کہ علماء اور حکام کو برا بھلا کہنا، اور لوگوں کو ان کے خلاف بغاوت پر اُکسانا بہت بڑے فتنے اور فساد کی بات ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا؛ فَلْيَصْبِرْ؛ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً». (صحيح البخاري:٧٠٥٣، مسلم: ١٨٤٩).

”جو شخص اپنے حاکم میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو اس پر صبر کرے کیونکہ

حاکم کی اطاعت سے اگر کوئی ایک بالشت بھی باہر نکلا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی''۔

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: ''اللہ کے نبی! آپ کی کیا رائے ہے کہ حکام ہم سے اپنے حقوق کے ادا کرنے کا مطالبہ کریں، اور ہمارا حق ہمیں نہ دیں، تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: «أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ، وَسَلُوا اللَّهَ حَقَّكُمْ».

(صحيح البخاري: ٧٠٥٢، وصحيح مسلم: ١٨٤٣).

''ان کے حقوق ادا کرو، اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگو''۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ یوں فرمایا: «اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا، وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ». (صحيح مسلم: ١٨٤٦).

''اے مسلمانو! حکام کی باتیں سنو، اور اُن کی اطاعت کرو، ان کے اعمال کا بوجھ ان پر اور تمہارے اعمال کا بوجھ تم پر ہے''۔

اور آپ ﷺ نے ایک مرتبہ یوں فرمایا: «تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلأَمِيرِ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ، وَأُخِذَ مَالُكَ؛ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ».

(صحيح مسلم: ١٨٤٧).

''تم حاکم کی بات سنو، اور اس کی اطاعت کرو، چاہے تمہاری پیٹھ پر کوڑے برسائے جائیں اور تم سے تمہارا مال چھین لیا جائے، ہر حال میں تم حاکم کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو''۔

حکمرانوں کو تنقید کا نشانہ بنانا اور ان کے خلاف زبان درازی اُن کی ایک قسم کی توہین ہے، اور ان کے مقام و مرتبہ کو کم کرنا ہے، تو یہ اس حدیث کے حکم میں بھی داخل ہوگا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: « مَنْ أَهَانَ سُلْطَانَ اللهِ فِي الأَرْضِ، أَهَانَهُ اللهُ ».

(الترمذي: ٢٢٢٤). (حسن).

''جس شخص نے زمین پر اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے سلطان (حاکم) کو ذلیل کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا''۔

۲-دوسرا گروہ علمائے شریعت کا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے مقام کو بلند کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ (المجادلة:١١).

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں، اور جنہیں علم دیا گیا

ہے درجے بلند کردے گا"۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لايَعْلَمُونَ﴾ (الزمر:٩).

"آپ کہہ دیجئے! علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں"۔

نیز رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: « فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ».(الترمذي: ٢٦٨٥) (صحيح).

"عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے تم میں سے ایک عام آدمی پر میری فضیلت"۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا: «وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ».(ابوداود:٣٦٤١، الترمذي:٢٦٨٢) (صحيح)

"عالم کی فضیلت عابد پر یوں ہے جیسے چودھویں رات کے روشن چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر ہے، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں"۔

علماء پر طعن وتشنیع کا سب سے بڑا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اُن کی دینی رہنمائی سے لوگوں کا اعتماد اُٹھ جائے گا، اور لوگ اُن کی وعظ ونصیحت کی باتوں کی

پابندی نہیں کریں گے، اور نہ ہی ان کی باتوں پر کان دھریں گے، بلکہ لوگ ایسے ہو جائیں گے کہ شریعت اور اس کے احکام کی پرواہ کیے بغیر ادھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں ماریں گے، اور جو چاہیں گے کریں گے، جب کہ ان پر یہ واجب اور ضروری ہے کہ وہ علماء کی طرف رجوع کریں، اور ان سے دینی معاملات کے بارے میں پوچھیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَتَعْلَمُونَ﴾ (النحل:٤٣).

''اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو''۔

خاص طور پر فتنہ وفساد کے زمانہ میں علماء سے رجوع کرنا اور ہی ضروری ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿وَإِذَا جَاءهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُواْ بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُوْلِي الأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ﴾ (النساء:٨٣).

''جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی، انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول ﷺ کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ اور حقیقت تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں''۔

علماء اور حکام کے مقام اور مرتبے کو دیکھتے ہوئے شریعت نے ان کے درجہ کو بلند کیا ہے، اور ان کو مزید عزت واحترام دیا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:« إِنَّ مِنْ إِجْلالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ ».(أبو داود: ٤٨٤٣). (حسن).

''بوڑھے مسلمان کی اور حافظ قرآن کی جو نہ اس میں غلو کرنے والا ہو، اور نہ اس سے دور پڑ جانے والا ہو، اور عادل حاکم کی عزت و تکریم دراصل اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم ہی کا ایک حصہ ہے۔

آیت کریمہ میں وارد لفظ اولو الامر کی یہ تفسیر کی گئی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ﴾ (النساء:٥٩).

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی، اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار اور حاکم ہیں''۔

آیت میں وارد کلمہ اولی الامر سے مراد یہی دو گروہ ہیں یعنی حکام اور علمائے شریعت۔

تیسری فصل:

عزت و آبرو کی ضروری اور بنیادی مصلحت کی حفاظت اور اس میں خلل اندازی کی سزا

اس میں تین مباحث ہیں:

۱- پہلے مبحث میں حد قذف یعنی زناکاری کے الزام کی سزا کا بیان ہے۔

۲- دوسرے مبحث میں لوگوں پر طعن و تشنیع کی سزا کا بیان ہے۔

۳-اور تیسرے مبحث میں وسیع معنوں میں امن عامہ پر اثرانداز ہونے والی افواہوں کی سزا کا بیان ہے۔

پہلا مبحث:

حد قذف یعنی زناکاری کے الزام کی سزا کا بیان

قذف: کسی پر زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں، اس کی حرمت پر سارے مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے (۱)، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النـور:۲۳).

''جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، اور ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے''۔

علمائے کرام نے اس بات کو منصوص کیا ہے کہ حد قذف یعنی زناکاری کے الزام کی سزا کی تعیین نامعلوم اور معدوم جہت سے عزت و آبرو کی حفاظت کا ایک راستہ ہے (۲)، اللہ تعالی نے حد قذف (زناکاری کے الزام کی سزا) کا ذکر اپنے اس قول میں کیا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ

---

(۱) المغنی ۱۲/ ۳۸۳۔

(۲) شرح الکوکب المنیر ۴/ ۱۶۲۔

ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النــور:٤).

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں، تو انہیں اسی (٨٠) کوڑے لگاؤ،اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں''۔

اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زنا کی تہمت لگانے والوں پر اسی (٨٠) کوڑے کی حد نافذ کی۔

قذف (زنا کی تہمت) کی تین سزائیں ہیں:

١- جسمانی سزا،اور وہ اسی کوڑے لگانا ہے۔

٢- تادیبی سزا، اور وہ لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلنے اور جھوٹے الزام لگانے کے بعد ایسے لوگوں کی شہادت (گواہی) کو نہ ماننا ہے۔

٣- تیسری سزا یہ ہے کہ جھوٹا الزام لگانے والا فسق وفجور کی صفت سے موصوف اور اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری سے باہر [1]اور اللہ اور اس کی مخلوق کے نزدیک وہ عادل اور ثقہ نہیں ہے [2]۔

(١) المقاصد العامہ للشریعہ الإسلامیۃ ص:٤٥٦

(٢) تفسیر ابن کثیر ٣/ ٢٧٥۔

حد قذف (زنا کے بہتان کی سزا) کی مشروعیت میں ایک بہت بڑی حکمت یہ ہے کہ رشتہ داروں کی آپس میں ایک دوسرے کی ثقاہت واعتماد کی حفاظت ہو اور حسب ونسب میں کوئی کسی کو ذلیل نہ کرے اور بیویوں کے بارے میں شیطان کی طرف سے ڈالے گئے وسوسے اور شبہات جو لوگوں کے دلوں میں پائے جاتے ہیں، دور ہوں، فحاشی کے پھیلاؤ کو روکنے میں یہ موثر ہو، کیونکہ جب زنا کی تہمت کا چرچا ہوگا تو دل اس جرم کے بیان کرنے کا عادی ہو جائے گا، اور اس پر نکیر اور اس کی قباحت دلوں سے ختم ہو جائے گی جیسا کہ موجودہ دور کے بعض معاشرے میں یہ بات پائی جاتی ہے، اور یہ شرعی حد قذف ایک ایسے سبب کی طرف رہنمائی کرے گی جس نے شریعت کو زنا کی تہمت لگانے پر متعین سزا مقرر کرنے کا جواز عطا کیا ہے، حالانکہ کفر وشرک کی تہمت پر یہ سزائیں نہیں ہیں، جب کہ اپنی قباحت میں یہ دونوں الزام بہت بڑے ہیں، پھر زنا ایک پوشیدہ چیز ہے، جس کے وقوع کی تصدیق کی جاسکتی ہے، لیکن کفر کی تصدیق نہیں کی جاسکتی [1]۔

---

(۱) المقاصد العامہ للشریعہ الاسلامیۃ ص: ۴۵۸

زنا کی تہمت لگانے کے جرم کے خلاف شریعت کی جنگ کا ایک نمونہ یہ ہے کہ اگر مکلّف (عاقل بالغ) آدمی زنا کا اعتراف کرلے، اور کہے کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے، تو شریعت اس پر زنا کی سزا دینے کو کافی نہیں سمجھتی، بلکہ جمہور علماء کے نزدیک شریعت اس کے خلاف (مذکورہ عورت سے زنا کی) تہمت کی سزا کو بھی مقرر کرتی ہے [1]، جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے: «أَنَّ رَجُلا أَتَاهُ فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ سَمَّاهَا لَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْمَرْأَةِ؛ فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْكَرَتْ أَنْ تَكُونَ زَنَتْ، فَجَلَدَهُ الْحَدَّ وَتَرَكَهَا».

(أبو داود: ٤٤٦٦). (صحيح).

ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر یہ اعتراف کیا کہ اس نے ایک عورت سے جس کا اس نے نام لیا زنا کیا ہے، تو آپ نے اس عورت کو بلوایا، اور اس سے اس بارے میں پوچھا، اس نے انکار کیا، تو آپ نے حد میں صرف مرد کو کوڑے مارے، اور عورت کو چھوڑ دیا۔

☆☆☆

(۱) المغنی ۱۲/ ۳۵٦۔

دوسرا مبحث:

لوگوں کو مطعون کرنے کی سزا کا بیان

انسانوں کی عزت وآبرو کے خلاف زبان کھولنے کے اقدام سے لوگوں کو روکنے کے لیے اسلامی شریعت کی چاہت کا ایک مظہر یہ ہے کہ اس نے قاضی وقت کی صواب دید پر تعزیری سزائیں ایسے لوگوں کے خلاف مقرر کیں جو لوگوں کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں، یا لوگوں کے درمیان فساد برپا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس بات سے روکا جا سکے کہ وہ دوسروں کو تکلیف پہنچائیں[1]۔

علمائے اُصول نے اس بات کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ حد قذف کے بغیر لوگوں کو گالی دینے والوں پر تعزیری سزا کا ہونا، شریعت کے عزت وآبرو کے بنیادی اور ضروری حق کے تحفظ میں ایک مبالغہ آمیز وسیلہ ہے[2]۔

بعض علمائے اصول کا خیال ہے کہ دوسروں پر طعن وتشنیع کرنے کی سزا

---

(۱) المغنی ۱۲/ ۳۹۹، فتح القدیر ۴/ ۲۱۳۔

(۲) شرح الکوکب المنیر ۴/ ۱٦۴۔

بھی عزت و آبرو کی حفاظت کرنے والے ضروری اور بنیادی حق ہی کے قبیل سے ہے، اسی وجہ سے وہ مال کی حفاظت کے بنیادی اور ضروری حق کو عزت و آبرو کی حفاظت والی ضروری اور بنیادی حق کے برابر کا درجہ دیتے ہیں [1]۔

جب کہ یہ بات صحیح نہیں ہے، یہ سزا عزت و آبرو کے ضروری اور بنیادی حق کی تکمیل کرنے والی چیزوں کی حفاظت کی قبیل سے ہے نہ کہ عزت و آبرو کے ضروری اور بنیادی حق کے تحفظ کے لیے، اس لیے ہمارے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ ہم عزت و آبرو کے بنیادی اور ضروری حق کے تحفظ کا مال کے ضروری اور بنیادی حق کے تحفظ سے موازنہ کریں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو اس بنیادی حق کی تکمیل کا تحفظ کرے اس کا اس سے موازنہ کیا جائے۔

(۱) نشر البنود ۲ / ۱۷۲۔

تیسرا مبحث:

وسیع معنی میں امن عامہ کے خلاف بھڑکائی جانے والی سزاؤں کا بیان

اسلامی شریعت نے وسیع معنوں میں افواہوں کی اصلیت اور حقیقت کے جاننے والوں کی طرف رجوع کرنے کی توجہ دلائی ہے، جن کا حقیقی معنوں میں امن سے گہرا تعلق ہو، بلکہ اسے نظر انداز کرنے والے کو شیطان کا متبع اور پیروکار قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا جَاءهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُواْ بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُوْلِي الأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلاَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لاَتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلاَّ قَلِيلاً﴾ (النساء: ٨٣).

"جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی، انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں

کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو وہ لوگ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو چند لوگوں کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے''۔

اسلامی شریعت نے معاشرے پر اثر انداز ہونے والی افواہوں کے خلاف سخت موقف اختیار کیا ہے، اور حاکم وقت کو ان لوگوں کو مناسب سزا دینے کا حق بھی عطا کیا ہے جو افواہیں پھیلا کر یا اس کی ترویج واشاعت کر کے امت کی سلامتی کو نقصان پہنچاتے ہیں، علماء کی ایک جماعت نے تو یہاں تک کہا ہے کہ حاکم وقت کو انہیں سزائے موت تک دینے کا حق ہے، اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلا قَلِيلا ۞ مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلا ۞ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلا﴾ (الأحزاب:٦٠-٦٢).

''اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، اور وہ لوگ جو مدینے میں غلط افواہیں پھیلانے والے ہیں باز نہ آئیں، تو ہم آپ کو ان (کی

تباہی) پر مسلط کر دیں گے، پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے، ان پر پھٹکار برسائی گئی، جہاں بھی مل جائیں پکڑے جائیں، اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، ان سے اگلوں میں بھی اللہ کا یہی دستور جاری رہا، اور تو اللہ کے دستور میں ہر گز رد و بدل نہ پائے گا"۔

نیز علماء نے نبی اکرم ﷺ کے درج ذیل قول سے بھی استدلال کیا ہے، آپ فرماتے ہیں «مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ، أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ؛ فَاقْتُلُوهُ». (صحيح مسلم: ١٨٥٢).

"اگر کوئی تمہارے پاس آئے اور تم کسی ایک حاکم کی امارت پر متفق ہو جاؤ، اور وہ چاہتا ہو کہ تمہاری اجتماعیت ختم کر دے، تم میں پھوٹ ڈال دے، تو تم اسے قتل کر دو"۔

امت میں غلط افواہیں پھیلانے والوں کی سزا کی ایک مثال خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے کہ معروف شاعر حطیئہ کو شعر میں لوگوں کی ہجو، اور اُن کی عیب جوئی کے جرم میں اس کو قید کرنے کا حکم دیا[1]۔

---

(١) تفسیر القرطبی ١٢/ ١٧٣۔

چوتھی فصل

ابلاغ، اور مواصلات کے میدان میں جدید ٹکنالوجی کے ذریعے عزت و آبرو کے بنیادی حق کا تحفظ

اس میں دو مبحث ہیں:

١- پہلا مبحث: غلط افواہوں کے خلاف جنگ میں جدید ذرائع کی کوشش۔

٢- اور دوسرے مبحث میں افواہیں پھیلانے اور اُن کی نشر واشاعت میں حصہ لینے والے جدید ذرائع ابلاغ پر پابندی عائد کرنا۔

پہلا مبحث:

غلط افواہوں کے خلاف جنگ میں جدید ذرائع کی کوششوں کا بیان

دورِ حاضر میں انسان نے متعدد ایسے وسائل تک رسائی حاصل کرلی ہے جو نہایت تیزی سے معلومات کی نشر واشاعت کرتے ہیں، انہیں ذرائع ابلاغ میں سے ٹیلی گرام، ٹیلی فون، فیکس وغیرہ ہیں جن کے ذریعے آدمی ایک دوسرے سے رابطہ رکھتا ہے، اور انہیں میں سے ریڈیو، ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا وغیرہ ہیں، کچھ ایسے ذرائع ابلاغ بھی ہیں جو باہم رابطے اور باتوں کو دوسروں تک پہنچانے کا کام کرتے ہیں جیسے سی ڈی اور ویڈیو کیسٹ اور انٹرنیٹ، یہ ذرائع ابلاغ فکری اور نظریاتی اعتبار سے اور افواہوں کی نشر واشاعت یا اس سے جنگ میں کردار ادا کرنے کے اعتبار سے اپنے مالکان اور ذمہ داران کے تابع ہوتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کے مالکان اور ذمہ داران درج ذیل مختلف ذرائع کو استعمال کرکے افواہوں کے خلاف لڑ سکتے ہیں:

۱- صحیح معلومات پیش کر کے، اس لیے کہ صحیح معلومات غلط معلومات کا خاتمہ کرتی ہیں، اور صحیح خبریں افواہوں کو غیر موثر کر دیتی ہے، اس کی شہادت قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے: ﴿كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاء وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الأَرْضِ﴾(الرعد:۱۷).

''اسی طرح اللہ تعالیٰ حق وباطل کی مثال بیان کرتا ہے، اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے، لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے، وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے''۔

سیلاب میں اُٹھنے والی جھاگ اور پانی کے بلبلے باطل کی طرح نہایت تیزی سے ختم ہو جاتے ہیں، لیکن حق اور وہ پانی جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں وہ باقی رہتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقُلْ جَاء الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (الإسراء:۸۱).

''اور اعلان کر دیں کہ حق آچکا اور باطل کا وجود جاتا رہا، یقیناً باطل تھا ہی ختم ہو جانے والا''۔

جب حق ظاہر ہوا تو باطل کا خاتمہ ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اہل کتاب کی مذمت میں یہ فرمایا:

﴿وَلاَ تَلْبِسُواْ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُواْ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (البقرة:٤٢).

''تم لوگ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو، اور نہ حق چھپاؤ، تمہیں تو خود اس کا علم ہے''۔

جس شرعی علم کی لوگوں کو ضرورت واحتیاج ہے، اگر کسی نے اسے چھپالیا تو اللہ تعالی نے اسے سخت عذاب کی دھمکی دی ہے، اور علم کو چھپا دینے والوں کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلعَنُهُمُ اللّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللاعِنُونَ * إِلاَّ الَّذِينَ تَابُواْ وَأَصْلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُوْلَئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرة: ١٥٩-١٦٠).

''جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور

تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے، مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں، اور اصلاح کرلیں، اور بیان کردیں تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں، اور میں توبہ قبول کرنے والا، اور رحم وکرم کرنے والا ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے کہ منافقین عہد نبوت میں معاشرہ میں فتنہ پھیلانے کے مقصد سے غلط سلط افواہیں پھلاتے تھے، لیکن جب صحیح معلومات آجاتیں تو اللہ تعالیٰ اسے ان کے نظروں کے سامنے زائل کرتا، اور لوگوں کے لئے حق واضح ہوجاتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَقَدِ ابْتَغَوُاْ الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ وَقَلَّبُواْ لَكَ الأُمُورَ حَتَّى جَاء الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ﴾ (التوبة:٤٨).

''یہ تو اس سے پہلے بھی فتنے کی تلاش کرتے رہے ہیں، اور آپ کے لیے کاموں کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں، یہاں تک کہ حق آپہنچا، اور اللہ کا حکم غالب آگیا، باوجودیکہ وہ ناخوشی ہی میں رہے''۔

۲- انہیں وسائل میں سے بے بنیاد افواہوں کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کرنا ہے، اور ان وسائل وذرائع سے فائدہ اٹھانے والے لوگوں میں زندہ ضمیر سے اُٹھنے والی ذاتی قناعت واطمینان کو پیدا کیا جائے جس سے وہ بے بنیاد

افواہوں کو پھیلانے والے وسائل سے دور رہ سکیں۔

۳- انہیں وسائل میں سے ایک وسیلہ یہ بھی ہے کہ یہ ذرائع ابلاغ ان افواہوں کو نہ پھیلائیں اور نہ اس کی ترویج واشاعت کریں۔

☆☆☆

دوسرا مبحث:

غلط افواہوں کی نشر واشاعت کی حصہ داری سے جدید ذرائع ابلاغ کو دور رکھنے کے وسائل

جدید ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کے لیے ضروری ہے کہ جو خبریں اور معلومات ان تک پہنچتی ہیں وہ انہیں ہر شعبہ کے ثقہ اور قابل اعتماد ماہرین پر پیش کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَتَعْلَمُونَ﴾ (النحل:٤٣).

''اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھ لو''۔

حدیث میں آیا ہے کہ سفر میں ایک آدمی جنبی ہو گیا، تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: کیا آپ لوگ مجھے تیمم کی اجازت دیتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں، کوئی رخصت نہیں ہے، تو اس نے غسل کر لیا، اور اسی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: « قتلوه، قتلهم الله، ألا سألوا إذ لم يعلموا، فإنما شفاء العي السؤال».

(أبو داود: ٣٣٦). (حسن).

"ان لوگوں نے (تیمّم کی رخصت نہ دے کر) اسے مار ڈالا، اللہ ان کو مارے، جب ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا تو انہوں نے پوچھ کیوں نہیں لیا؟ نہ جاننے کا علاج پوچھنا ہی ہے"۔

جدید ذرائع ابلاغ کا اپنے جمہور شائقین سے تعلق ہوتا ہے، اور جس ذریعہ ابلاغ کے بکثرت شائقین نہ ہوں اس کا انجام زوال ہے، اس وجہ سے ایسے ذرائع وابلاغ اور وسائل کی حقیقت واصلیت سے پردہ اٹھایا جانا چاہئے، جو غلط افکار و نظریات اور باطل وبے بنیاد افواہیں پھیلاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس سے متنفر کیا جائے، ساتھ ہی سامعین اور ناظرین کے اندر ایسی قوت پیدا کی جائے جس سے وہ غلط اور باطل باتوں کے سننے اور دیکھنے سے اپنے آپ کو دور رکھیں، اس لیے کہ حق بات سننے کی وجہ سے آدمی غلط اور باطل باتوں کو حق بنا کر پیش کرنے والے مواد کو سننے سے اپنے آپ کو بے نیاز پاتا ہے، اور عقل مند آدمی غلط اور باطل سے اعراض کرنے والا ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُواْ مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُواْ

فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ (النساء:١٤٠).

”اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو، تو اس مجمع میں اس کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے“۔

یہی وجہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات کا ایک ٹکڑا دیکھا، تو فوراً اس سے منع کیا، اور فرمایا:

«أمتهوكون فيها يا ابن الخطاب، والذي نفسي بيده، لقد جئتكم بها بيضاء نقية، والذي نفسي لو كان موسى حيًا لما وسعه إلا أن يتبعني». (الدارمي. ٤٤٩. عبدالرزاق: ١٠١٦٤، مسند أحمد ٣/ ٣٣٨). (حسن).

”اے عمر بن خطاب! کیا تم تورات میں پڑھ کر ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے ہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارے

لیے نہایت صاف اور روشن چیز لایا ہوں، اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر موسی زندہ ہوتے تو ضرور میری اتباع کرتے''۔

یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جن کا مقام و مرتبہ مسلم ہے، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باطل پر کان دھرنے سے منع فرمایا، تو اب کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میرے پاس علم و معرفت ہے، اس لیے باطل کا سننا میرے لیے نقصان دہ نہیں، حق میں باطل سے بے نیازی ہے، اور اس بات سے بھی بے نیازی جس میں حق و باطل گڈمڈ ہو گئے ہوں، اور اس میں کوئی شرعی مصلحت بھی کارفرمانہ ہو۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ وَكِتَابُكُمْ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الأَخْبَارِ بِاللَّهِ تَقْرَءُونَهُ لَمْ يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمْ اللَّهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمْ الْكِتَابَ فَقَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلا أَفَلا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنْ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ.
(صحيح البخاري: ٢٦٨٥).

"اے مسلمانو! اہل کتاب سے تم کیوں سوالات کرتے ہو۔ تمہاری کتاب جو تمہارے رسول پر نازل ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے بعد میں نازل ہونے والی خبریں ہیں، تم اسے پڑھتے ہو اور اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ تو تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہے کہ اہل کتاب نے اس کتاب کو بدل دیا، جو اللہ تعالیٰ نے انھیں دی تھی اور خود ہی اس میں تحریف کر دی، اور پھر کہنے لگے یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے، ان کا مقصد اس سے صرف یہ تھا کہ اس طرح تھوڑی پونجی (دنیا کی) حاصل کر سکیں، پس کیا جو علم (قرآن) تمہارے پاس آیا ہے وہ تم کو ان (اہل کتاب) سے پوچھنے کو نہیں روکتا"۔

اگر کوئی شرعی مصلحت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی غلط مجالس میں حاضر ہونے سے منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُواْ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ* وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَلَكِن ذِكْرَى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ* وَذَرِ الَّذِينَ

اتَّخَذُواْ دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللّهِ وَلِيٌّ وَلاَ شَفِيعٌ وَإِن تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لاَّ يُؤْخَذْ مِنْهَا أُوْلَئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُواْ بِمَا كَسَبُواْ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُواْ يَكْفُرُونَ﴾ (الأنعام: ٦٨- ٧٠).

"اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں، تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں، اور اگر آپ کو شیطان بھلادے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں، اور جو لوگ پرہیزگار ہیں ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہیں پہنچے گا، اور لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے، شاید وہ بھی تقوی اختیار کریں، اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے، اور دنیوی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتے رہیں تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب (اس طرح) نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی

دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے ،ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے ، ان کے لیے نہایت تیز گرم پانی پینے کے لیے ہوگا ، اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب"۔

گویاان آیات کریمہ میں انہی بعض جدید وسائل کے متعلق گفتگو ہے جو غلط اور باطل افواہوں کی اشاعت کا اہتمام کرتے ہیں۔

جھوٹی افواہوں کی نشر واشاعت سے جدید وسائل کے دور رکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نئے ذرائع ابلاغ اور نئے چینل اسی معیار کے کھولے جائیں جیسا کہ باطل کو حق بنا کر پیش کرنے والوں نے کھول رکھا ہے، تاکہ یہ ذرائع ابلاغ اور چینل حق پھیلانے اور باطل کے رد وابطال کا کام کرسکے ، اوراسی منہج پر لوگوں کی صحیح تربیت کریں جیسا کہ امت کے تمام ادوار میں یہی طریقہ رہا ہے ، مثلا علمائے امت ہمیشہ بدعات اور گمراہیوں کے رد وابطال میں کتابیں تالیف کرتے رہے ہیں۔

☆☆☆

حرف آخر

زیر نظر رسالہ سے ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ اسلامی شریعت نے عزت وجاہ کے بنیادی حق کی حفاظت دو طریقے سے کی ہے۔

۱- وجود کے لحاظ سے کہ مسلمان شکوک وشبہات کے مقامات سے دور رہیں، ساتھ ہی ساتھ معلومات کو قابل اعتماد ذرائع سے حاصل کریں، اور ظاہری امور ومسائل پر اعتماد کریں۔

۲- دوسرا طریقہ معدوم اور غیر موجود کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھنا کہ جھوٹ حرام ہے، غلط افواہوں کا پھیلانا، اُن کی ترویج واشاعت اور تصدیق بھی حرام ہے، کسی شخصیت کو مجروح کرنا حتی کہ گنہگار اور فاسق وفاجر کو مطعون کرنا چاہے وہ حقیقت ہی ہو، جب تک کہ اس بات میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو، ایسے ہی برا بھلا کہنے پر تادیبی سزا، اور زنا کی تہمت پر حد جاری کرنے کو شریعت نے ثابت کیا ہے۔

عقیدہ وفکر، مال ودولت، صحت اور امن امان کو متاثر کرنے والی افواہوں کے خلاف جنگ کر کے اسلامی شریعت نے مسلم معاشرے کی

اصلاح کرنے والے اقدار کی حفاظت کی ہے، اور یہیں سے اسلامی شریعت نے حکام اور علماء کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط اور جھوٹی افواہوں کو بڑی شدت سے منع کیا ہے۔

دورِ حاضر میں متعدد ذرائع ابلاغ موجود ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ان کا افواہوں کے خلاف جنگ میں حصہ ہو، اور اس کا ذریعہ یہ ہے کہ صحیح معلومات نشر کی جائیں، اور بے بنیاد خبروں کی نشر واشاعت سے احتیاط برتی جاتی جائے، اور اُن کو شائع نہ کیا جائے، اور ہر خبر کو قابل اعتماد اور ثقہ ماہرین فن کے حوالے کیا جائے، اور بے بنیاد اور غلط خبریں نشر کرنے والے ذرائع ابلاغ کے چہرے سے نقاب ہٹائی جائے تاکہ لوگوں کو اُن سے باز رکھا جائے۔

اور جمہور عوام کے اندر ایسی صلاحیت پیدا کی جائے کہ جو انہیں غلط اور باطل خبروں اور بے بنیاد معلومات کے سننے سے محفوظ رکھیں، ایسے ہی اُن وسائل وذرائع کو مہیا کرنا ضروری ہے جو حق کی نشر واشاعت کریں اور غلط افواہوں کی حقیقت سے پردہ اٹھائیں۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

☆☆☆

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	پیش کلام	۵
۲	مقدمہ	۱۰
۳	تمہید	۱۴
	پہلی فصل	
۴	غلط افواہوں کے پھیلانے میں......	۲۰
۵	پہلا مبحث: افواہوں کے پھیلانے کا بیان	۲۱
۶	دوسرا مبحث: افواہوں کو رواج دینے کا بیان	۲۶
۷	تیسرا مبحث: افواہوں کی تصدیق کرنے کا بیان	۳۱
	دوسری فصل	
۸	لوگوں کی عیب جوئی کی حرمت کے......	۳۷
۹	پہلا مبحث: لوگوں کو مطعون کرنے.....	۳۸
۱۰	دوسرا مبحث: غیبت کا حکم	۴۷
۱۱	تیسرا مبحث: حکمراں طبقہ اور علمائے اسلام کے خلاف طعن.....	۵۲

تیسری فصل

۱۲ عزت و آبرو کی ضروری و بنیادی مصلحت ۵۹
۱۳ پہلا مبحث: حد قذف ۶۰
۱۴ دوسرا مبحث: لوگوں کو مطعون کرنے کی سزا ۶۴
۱۵ تیسرا مبحث: وسیع معنی میں امن عامہ کے خلاف ۶۶

چوتھی فصل

۱۶ ابلاغ اور مواصلات کے میدان میں جدید ۶۹
۱۷ پہلا مبحث: غلط افواہوں کے خلاف جنگ میں ۷۰
۱۸ دوسرا مبحث: غلط افواہوں کی نشر و اشاعت ۷۵
۱۹ حرف آخر ۸۲
۲۰ فہرست مضامین ۸۶

☆☆☆